شعاعیں

انسدادِ جرائم کا اسلامی نقطۂ نظر

محمد عابد چشتی

زناکاری کے بڑھتے واقعات، چوری کی کثرت سے پیش آتی واردات اور ایک دوسرے کی کردارکشی نے انسانوں کے درمیان اضطراب اور بے چینی کا ماحول پیدا کر دیا ہے۔ لوگ ایسے نظامِ عدل کے خواہاں ہیں جس کے سبب دنیا میں امن و شانتی کا ماحول پیدا ہو جائے، جرائم و مظالم کا دروازہ بالکلیہ بند ہو جائے، چاروں طرف لوگ بے خوف ہو جائیں اور امن و امان کی فضا قائم ہو جائے۔ لیکن یہ حسین خواب اسی وقت شرمندۂ تعبیر ہو گا جب دنیا میں اسلامی قوانین کا نفاذ کیا جائے گا۔ مگر ہو سکتا ہے کسی کی سطحِ ذہن پر یہ سوال ابھر رہا ہو کہ اگر مذہب ہی کے قوانین کا نفاذ کرنا ہے تو پھر اسلامی قوانین ہی کیوں؟ اس لیے کہ کوئی بھی دین اور مذہب ہو، خواہ عیسائیت ہو یا یہودیت، ہر مذہب زناکاری، چوری اور تہمت بازی وغیرہ جرائم سے منع کرتا ہے، انھیں قبیح جانتا ہے اور اپنے ماننے والوں کو سختی کے ساتھ ان سے روکتا ہے تو پھر اسلام اور دیگر مذاہب میں فرق کیا ہے؟ جب کہ جو مقاصد و اہداف اسلام کے ہیں وہی دیگر مذاہب کے بھی ہیں یعنی امن و شانتی۔ ہم ذیل کی سطور میں یہ واضح کریں گے کہ اسلام اور دیگر مذاہب کے اصول و قوانین میں خطِ فاصل کیا ہے جو اسلام کو تمام ادیان پر فوقیت دیتا ہے اور ساری دنیا کو دعوتِ فکر دیتا ہے کہ وہ اسلام کی حقانیت کو تسلیم کر لیں۔ آخر خداے تعالیٰ نے پسندیدہ دین کا تاج اسلام ہی کے سر کیوں رکھا؟؟

مختلف ادیان و مذاہب کی معاشرتی تعلیمات قدرے اختلاف کے ساتھ مشترک نظر آتی ہیں مگر اسلام کو جو چیز ممتاز کرتی ہے وہ ہے اس کے جرائم کے سدِباب کے طریقے اور ایک پر امن معاشرے کا قیام جس کا رنگ دیگر مذاہب میں نہیں ملتا۔

کسی بھی جرم کو روکنے کے لیے دو چیزوں پر توجہ دینا ضروری ہے:

۱. اسباب و محرکات پر پابندی۔
۲. مرتکب پر سزا کا نفاذ۔

جب تک ان دونوں پہلوؤں پر کما حقہ عمل نہیں ہو گا، کسی بھی جرم کا خاتمہ نہیں ہو سکتا۔ صرف ایک پہلو پر نظر رکھنا اور دوسرے پہلو سے صَرفِ نظر کر دینا انسدادِ جرم کے لیے قطعاً مؤثر نہیں ہو گا۔ آج بر صغیر نہیں بلکہ پوری دنیا میں جرائم کی جو کثرت ہو رہی ہے وہ اسی خامی کا نتیجہ ہے کہ دیگر مذاہب کے مفکرین ملزم پر سزا کا نفاذ تو بڑی سختی سے کرتے ہیں مگر اسباب و محرکات پر پابندی عائد نہیں کرتے۔ مگر اسلام مرتکب گناہ پر سزا کا نفاذ بعد میں کرتا ہے پہلے اس کے اسباب و محرکات پر سختی سے پابندی عائد کرتا ہے، اس لیے کہ یہی ان جرائم کا سرچشمہ اور بنیاد ہوتے ہیں۔ مثلاً:

زناکاری:- بہت ہی قبیح اور شنیع فعل ہے۔ اس کی قباحت کے جراثیم سے جہاں ایک طرف پاک دامن اور عفت مآب خواتین کی پاک دامنی پر بد نما داغ لگ جاتا ہے وہیں دوسری طرف اس کے لیے معاشرے میں سر اٹھا کر جینا دوبھر ہو جاتا ہے اور اس کی شادی میں شدید رُکاوٹ کا باعث بن جاتا ہے جس سے اس کی زندگی جہنم سے بد تر ہو جاتی ہے۔ تمام مذاہب کے بانیوں نے اس کی سخت مذمت کی اور زانی کے لیے طرح طرح کی سزائیں تجویز کیں مثلاً کسی نے قتل کی سزا رکھی، کسی نے سوشل بائیکاٹ کی، کسی نے عضوِ مخصوص کاٹنے کا فیصلہ سنایا تو کسی نے سیاہی پوت کر گدھے پر گشت کرانے کی تجویز پیش کی۔ مگر چوں کہ یہ ایک پہلو (ملزم پر سزا کا نفاذ) پر عمل تھا اور دوسرے پہلو پر عمل نہ ہوا لہٰذا جرم بڑھتا گیا۔ زناکاری کے واقعات میں آئے دن اضافہ ہوتا گیا۔ اسی لیے اللہ کی بے آواز لاٹھی بن کر ''ایڈز'' نے اپنے پاؤں ساری دنیا میں پھیلا دیے۔

اب آیئے مذہبِ اسلام کا مطالعہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ مذہبِ اسلام بھی زنا کی سخت مذمت کرتا ہے۔ مگر دیگر مذاہب کی طرح اس کے سدِباب کے لیے صرف مجرم پر سزا کے نفاذ اور اسباب و محرکات سے یکسر صرفِ نظر کا حامل نہیں بلکہ وہ پہلے یہ دیکھتا ہے کہ آخر وہ کون سے اسباب تھے جن کے سبب انسان اس فعل پر آمادہ ہوا۔ وہ کون سی وجوہات ہیں جن کے سبب وہ اس جرم کا مرتکب ٹھہرا۔ لہٰذا

اسلام نے اس کے اصل محرک یعنی عورتوں کو کھلے عام اپنے جسم کی نمائش پر پابندی عائد کی، کیوں کہ انسان کا نفس عورتوں اور جوان دوشیزاؤں کے بدن کو دیکھ کر بھڑکتا ہے، انھیں دیکھ کر اس کی شہوت جاگتی ہے۔ تو سب سے پہلے اسلام نے ان اسباب پر پہرا بٹھاتے ہوئے یہ حکم صادر فرمایا:"وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیة الاولی."اور :"ولا یبدین زینتھن" کہ اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ ہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی اور اپنا بناؤ سنگار دوسروں پر ظاہر نہ کرو۔

لہٰذا مردوں کے دل میں جس سبب سے ہیجان پیدا ہوتا ہے اس پر پابندی عائد کر دی۔ جب سبب شہوت ہی نہیں پایا جائے گا تو مسبب یعنی زنا کے واقعات بھی رونما نہیں ہوں گے۔ جس طرح شراب کے لیے تڑپتے ہوئے شرابی کے ہاتھ میں جام دے کر اسے پینے سے منع کرنا عقل مندی نہیں ہے اسی طرح عورتوں کو چست اور تنگ لباس پہنا کر نیم عریاں کر کے مردوں سے اختلاط کا موقع فراہم کرنا اور پھر مردوں پر یہ پابندی لگانا کہ انھیں شہوت کی نگاہ سے نہ دیکھیں سمجھ میں آنے والا فلسفہ نہیں ہے۔ اسی لیے سب سے پہلے عورتوں کو اسلام نے پردے کا واجبی حکم دیا۔

اس کے بعد اب جرم کے دوسرے پہلو "ملزم پر سزا کا نفاذ" کے لیے عملی اقدامات کیے کہ ان پابندیوں کے باوجود اگر کوئی خبیث نفس چند لمحوں کی لذت کی خاطر کسی کی عزت پر ہاتھ ڈالتا ہے تو اسلام نے اس کے لیے وہ عبرت انگیز سزا تجویز کی کہ جسے دیکھ کر اچھے اچھے شہوت پرست اور ہوس کے پجاریوں کا پِتّا پانی اور نشہ ہرن ہو جاتا ہے۔ یعنی "رجم" کھلے میدان میں تمام لوگوں کے سامنے پتھروں سے مار مار کر موت کے گھاٹ اتار دینا، یہ ایک ایسا منظر ہے جو انسان کو ہلا کر رکھ دیتا ہے۔ اس کی روح یہ منظر دیکھ کر کانپ جاتی ہے اور نہ جانے کتنے وہ لوگ جن کے دل میں اس فعل کا ارادہ تھا اپنی آنکھوں سے انجام دیکھ کر باز آجاتے ہیں۔ اسلام کی یہی وہ خوبی ہے جو اسے دوسرے مذاہب سے ممتاز کرتی ہے۔

چوری:- بھی ان افعال میں سے ہے جسے تمام مذاہب میں جرم تصور کیا جاتا ہے۔ ایک ایسا شخص جو اپنے بچوں کی پرورش اور دیگر ضروریاتِ زندگی کی تکمیل کے لیے مال و اسباب جمع کرے اور کوئی شخص اس کے مال کو شاطرانہ چال سے اچک لے تو یقیناً قابلِ مذمت فعل ہوگا جس کے سبب ایک طرف وہ اپنی محنت و مشقت سے کمائے ہوئے مال سے ہاتھ دھو بیٹھے گا، وہیں دوسری طرف مالی دیوالیہ پن کا شکار ہو کر قرض کے بوجھ میں دب کر رہ جائے گا اور پھر اس معاملہ کی نوبت خودکشی تک پہنچ سکتی ہے۔ لہٰذا ہر مذہب نے مال کی حفاظت و صیانت کے لیے چور پر مختلف قسم کی سزائیں اور عقوبات نافذ کیے، مثلاً دو مہینہ بامشقت قید، سماج سے بائیکاٹ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن چوں کہ یہ جرم کے سد باب کے ایک پہلو پر عمل تھا اور دوسرا پہلو "اسباب و محرکات کے انسداد" سے صَرفِ نظر کیا گیا تھا۔ اس پر غور نہیں کیا گیا کہ چوری کے یہ واقعات کیوں رونما ہوتے ہیں۔ اس لیے چوری اور ڈاکہ زنی کے واقعات میں کمی ہونے کے بجاے اس میں اضافہ ہی ہوتا گیا۔

اب آیئے مذہبِ اسلام کا دستور بھی ملاحظہ فرمایئے کہ اس نے مال کی حفاظت وصیانت کا کتنا پیارا انتظام کیا!

ہم مذکورہ بالا سطور میں واضح کر چکے ہیں کہ اسلام پہلے جرم کے اسباب و محرکات پر غور کرتا ہے تاکہ جرم کی بنیاد ہی ختم ہو جائے۔ تو جب اسلام نے دیکھا کہ ایک سیدھا سادہ انسان جب کہ وہ جانتا ہے کہ پکڑے جانے پر وہ کڑی سزا کا مستحق ہوگا، اس کے باوجود وہ چوری کیوں کرتا ہے؟ اس کی وجہ کیا ہے؟ تو پتہ چلا کہ انسان کو اس فعل پر آمادہ کرنے والی چیز غربت اور افلاس ہے کہ جب اس کے بچے بھوک و پیاس سے بلک رہے ہوں، یا کسی مرض میں مبتلا ہوں اور اس کے پاس اسبابِ رزق کی قلت ہو تو جلدی مال حاصل کرنے کی اسے جو ترکیب سمجھ میں آتی ہے وہ ہے "چوری" اور پھر ایک سلیم الفطرت انسان چوری کے جرم کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ لہٰذا پہلے اسلام نے ان اسباب کا سدباب کرتے ہوئے اغنیا اور اہلِ ثروت حضرات کو حکم دیا: "وآتوا الزکوٰۃ." کہ وہ اپنے مال سے غریبوں، یتیموں اور پریشان حال لوگوں کو زکوٰۃ دیں تاکہ وہ کوئی چھوٹا روزگار تلاش کر کے دو وقت کی روٹی کھا لیں اور چوری جیسے فعل شنیع سے باز رہیں۔ جب اس پہلو پر مکمل طور پر عمل ہو جائے گا تو اسلام دوسرے پہلو یعنی نفاذِ سزا پر عمل کرتا ہے کہ اس کے باوجود اگر کوئی صرف مفت مال حاصل کرنے کی غرض سے کسی کی محنت و مشقت سے کمائے ہوئے مال پر ہاتھ صاف کرتا ہے تو پھر اسلام نے اس کے لیے بڑی پر حکمت اور روح فرسا سزا تجویز کی۔ یعنی "قطع ید" تمام لوگوں کے۔۔۔ (باقی، ص:۵۶ رپر)